Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Lack of Tolerance in Differences of Opinion and Its Solution: A Historical Analysis in the Light of Islamic Principles

اختلافِ رائے میں رَواداری کافقدان اوراس کا حل: اِسلامی اُصولوں کی روشنی میں ایک تاریخی جائزہ

Authors Details
1. Dr. Hasan Mohyuddin Qadri (Corresponding Author)
Dean Faculty of Law, Minhaj University Lahore, Pakistan.
hasanqadri@mul.edu.pk
2. Dr. Muhammad Farooq Rana
Director Farid-e-Millat Research Institute, Minhaj University Lahore, Pakistan.

Citation
Qadri, Dr. Hasan Mohyuddin and Dr. Muhammad Farooq Rana " Lack of Tolerance in Differences of Opinion and Its Solution: A Historical Analysis in the Light of Islamic Principles"Al-Marjān Research Journal, 3,no.1, Jan-Mar (2025): 366−381.

Submission Timeline
Received: Dec 13, 2024
Revised: Dec 29, 2024
Accepted: Jan 09, 2025
Published Online: Jan 21, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing
Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Lack of Tolerance in Differences of Opinion and Its Solution: A Historical Analysis in the Light of Islamic Principles

اختلافِ رائے میں رَواداری کافُقدان اور اس کا حل: اِسلامی اُصولوں کی روشنی میں ایک تاریخی جائزہ

☆ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری ☆ ڈاکٹر محمد فاروق رانا

Abstract

The article 'The Absence of Tolerance in Differences of Opinion and Its Solution (A Historical Review in Light of Islamic Principles)' examines the erosion of tolerance in differences of opinion within Islamic scholarly traditions, offering solutions rooted in Islamic principles. It highlights that tolerance is a cardinal Islamic virtue, supported by the Qur'anic injunctions and the conduct of the Prophet Muhammad (blessings and peace be upon him). Early Muslim scholars, such as Imam Abū Ḥanīfa and Imam Shāfiʿī, navigated jurisprudential differences with civility, respect, and unity, praying behind one another despite theological variations. These historic precedents underscore the importance of intellectual humility and harmony in managing differences. However, contemporary times witness a decline in this ethos, attributed to ignorance of Islamic teachings, excessive focus on peripheral issues, and the rise of extremism. The article critiques modern tendencies toward dogmatism and sectarianism, warning against conflating legitimate intellectual inquiry with divisive polemics. To address these challenges, the paper advocates adherence to Islamic guidelines for handling differences, such as engaging in respectful dialogue, prioritizing core beliefs over minor disputes, and avoiding unnecessary questioning of ambiguous texts. The solution lies in reviving the Islamic tradition of constructive disagreement, focusing on shared fundamentals rather than divisive minutiae. By following the Qur'an and Sunna, respecting scholarly consensus, and emulating the exemplary behaviour of early Muslims, the Muslim Umma can overcome divisions and foster unity. The research emphasizes the dangers of allowing differences of opinion to devolve into enmity or discord, urging Muslims to prioritize collective welfare over individual egos. This historic review serves as a poignant reminder of the need to return to Islamic principles to promote tolerance and coexistence in diverse societies. Synthesizing historical insights with scriptural guidance, the article provides a compelling blueprint for

☆ ڈائریکٹر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، منہاج یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

☆ ڈین فیکلٹی آف لاء، منہاج یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

cultivating intellectual humility, fostering mutual respect, and restoring harmony within the global Muslim community.

Keywords: Difference of opinion, tolerance, Islamic principles, historic review, solution, jurisprudential differences, etiquette and guidelines, Muslim Umma, scholars, Qur'an and Sunna.

تعارف موضوع

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ و مجتہدین نے شرعی مسائل کی تشریح و تعبیر کرتے ہوئے عقلی و نقلی دلائل کی بنیاد پر ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ اسی اختلاف رائے کی وجہ سے مختلف فقہی مسالک کی بنیاد پڑی۔ بعض اوقات ایک ہی مکتبہ فکر کے ائمہ نے بھی ایک دوسرے سے علمی اختلافات کیے۔ مگر یہ اختلافات خالصتاً علمی و تحقیقی نوعیت کے تھے، ان کے عملی و تحقیقی اختلافات میں کسی قسم کے ذاتی مفاد اور بغض وعناد کا دخل نہیں تھا۔ ہر مجتہد دوسرے کے لیے پیار و محبت، ادب واحترام اور باہمی رواداری کے جذبے سے سرشار تھا۔ رواداری کا فروغ اور اس کے حدود کا تعین قرآنِ کریم اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے۔ اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ انسانوں کے ساتھ حُسنِ سلوک، نرمی اور رواداری برتنے کا ہمیں حکم ہے: ﴿وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسۡنٗا﴾(1)۔ اور عام لوگوں سے (بھی نرمی اور خوش خُلقی کے ساتھ) نیکی کی بات کہنا۔ مخاطب چاہے باطل پر ہی کیوں نہ ہو اس سے خوش اُسلوبی سے گفتگو کی جائے، اگرچہ خود باطل نظریات کسی رواداری کا استحقاق نہیں رکھتے کیوں کہ ان سے رواداری حق سے انحراف کیے بغیر ممکن نہیں۔ بظاہر تو رواداری کی صدا اس طبقے کی طرف سے بلند ہونا چاہیے جو کمزور اور اقلیتی ہو لیکن تاریخی اعتبار سے امرِ واقعہ یہ ہے کہ اس کا پُرزور مطالبہ بالعموم status quo کی حامی قوتوں کی طرف سے ہوتا ہے جیسا کہ اہل مکہ نے حضور ﷺ کے پیغام کی قوتِ تاثیر سے ڈر کر آپ ﷺ کو سمجھوتے کی میز پر لانے کی مذموم کوشش کی۔ قرآن گواہ ہے:

﴿وَإِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡ ءَايَاتُنَا بَيِّنَٰتٖ قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرۡجُونَ لِقَآءَنَا ٱئۡتِ بِقُرۡءَانٍ غَيۡرِ هَٰذَآ أَوۡ بَدِّلۡهُۚ قُلۡ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنۡ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلۡقَآيِٕ نَفۡسِيٓۖ إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّۖ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّي عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٖ١٥﴾(2)۔

اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کے سوا کوئی اور قرآن لے آئیے یا اسے بدل دیجیے، (اے نبیِ مکرّم!) فرما دیں: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں تو فقط جو میری طرف وحی کی جاتی ہے (اس کی) پیروی کرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بے شک میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ مشرکین نے نہایت بے باکی سے بارگاہِ نبوت میں یہ مطالبہ رکھا کہ قرآن میں کچھ ترمیم کرلو اس پر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیں کہ میرا یہ کام نہیں کہ میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کرلوں، میں تو وحیِ الٰہی کا پابند ہوں(3)۔ قرآن کریم کی رو سے کسی بھی عقیدہ یا نظریہ کو قبول کرنے یا رد کرنے، صحیح کہنے یا غلط کہنے کا اختیار تو انسانوں کو حاصل ہے لیکن یہ اختیار نہ اس عقیدہ کے مخالفین کو حاصل ہے اور نہ اسکے ماننے والوں کو کہ وہ اس عقیدہ کی تشریح و تعبیر اس کے اصل مراجع (primary sources) سے ہٹ کر کریں۔ جذبات انسانی کا احترام بجا مگر حق کا احترام اس سے کہیں بڑی چیز ہے اور حق کے احترام کی بات کرنا، باطل کے خلاف دعوت و تبلیغ

(1)Al-Baqarah, 2: 83.
(2)Yūnus, 10: 15
(3)Ibn Kathīr, Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl ibn ʿUmar, Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Maʿrifah, 1400 AH/1980 CE), 4: 253.

کرنا رواداری کے خلاف نہیں۔ مذکورہ آیت کریمہ سے امت مسلمہ کے لیے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ جادۂ حق سے منحرف لوگوں کی خوشنودی کے لیے دین کے اصولوں سے انحراف رواداری نہیں۔ رواداری کی حدود و قیود وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے متعین کر دی ہیں اور وہ بڑی واضح اور تمام انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ممد و معاون ہیں۔

اُسوۂ رسول ﷺ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کا کام دین کو بلا کم و کاست پہنچا دینا ہے۔ اگر پھر بھی کوئی اللہ کے نازل کردہ دین کو نہیں مانتا تو اس پر کوئی جبر نہیں ہے۔ افسوس کہ آج قرآن و سنت کی ان تعلیمات سے بے اِعتنائی اور اسلامی مصادر و مآخذ سے دوری نے اسلام کی زرّیں تعلیمات و احکامات کو دھندلا دیا ہے اور اُمت میں انتہا پسندی اور متشدد رویوں نے جگہ بنالی ہے جس کی وجہ سے عدم برداشت عمومی مزاج کا حصہ بن گیا ہے۔ اس مضمون میں رواداری کا فُقدان اور اس کے حل کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

1۔ اختلاف و نزاع کی صورت میں صبر و نرمی سے رواداری کا حکم

سکون و اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ علمی مذاکرہ حق تک پہنچنے کے ذرائع میں سے ہے اور اختلاف و نزاع کرنے والوں کے درمیان قربت پیدا کرنے کا وسیلہ ہے۔ جو لوگ اُصولِ دین میں اختلاف کریں ان سے بھی اچھے انداز میں مذاکرہ و گفتگو کرنی چاہیے۔

1۔ باہمی مذاکرات افہام و تفہیم کے لیے نسیمِ صبح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبِمَا رَحۡمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمۡۖ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَ﴾[4]۔

(خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے)۔

2۔ مسکراہٹ اور حسن سلوک، باہمی عداوت دور کرنے اور دلوں کو قریب کرنے کے لیے اکسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلَّذِينَ صَبَرُواْ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٖ٣٥﴾[5]۔

اور یہ (خوبی) صرف اُنہی لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں، اور یہ (توفیق) صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہوتا ہے ○

3۔ اسلامی تعلیمات میں آپس میں اختلاف کی صورت میں اللہ نے اچھے طریقہ و انداز سے بحث مباحثہ کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ اہل کتاب کے ساتھ بھی اچھے طریقے بات کرنے کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُجَٰدِلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ إِلَّا ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنۡهُمۡ﴾[6]۔

اور (اے مومنو!) اہلِ کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا

بہت سے مناظرین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا مقصد صرف عوام کو جمع اور اکٹھا کرنا ہوتا ہے۔ ان مناظروں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ بہت سی مغالطہ انگیزیاں اور حقیقت سے ہٹ کر باتیں ہوتی ہیں اور گفتگو اور مذاکرہ کے لیے اصول و ضوابط اور حدود و قیود کا تعین نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں وقت بھی بہت لگتا ہے اور مناظرین کی جدوجہد کا بڑا حصہ ضائع و بے کار جاتا ہے۔ مزید خرابی یہ پیدا ہوتی ہے کہ لوگوں میں ضد، عناد، تعصب اور باہمی نفرت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح یہ مناظرے نہ تو اختلاف کرنے والوں کو قریب کرتے ہیں اور نہ ان سے کسی باطل کی وضاحت ہوتی ہے اور نہ حق ہی منکشف ہوتا ہے۔

---

(4)Āl ʿImrān, 3: 159
(5)Fuṣṣilat, 41: 35.
(6)Al-ʿAnkabūt, 29: 46.

2۔عام لوگوں کی ذہنی و عقلی سطح کے مطابق بات کرنے سے رواداری کا فروغ

ہمارے ہاں رواداری کے فقدان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام مسلمان بھی الا ماشاء اللہ بعض اوقات دین کے بارے میں ضروری حد تک مسائل سے آگاہی کے بجائے اجتہادی درجہ کے مسائل میں جن کے بارے میں رائے کا اظہار کرنا کسی متبحر عالم دین کا منصب ہوتا ہے، الجھتے ہیں۔ پھر انہیں کفر و اسلام کا مسئلہ بنا دیتے ہیں۔ ایسے میں ان احادیث و آثار کی روشنی میں اہل علم کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عوام الناس کے سامنے فروعی مسائل کی تفصیلات پر بحث نہ کریں۔ ایک محنت کش اور مزدوری کرنے والے سادہ آدمی کو نماز، روزہ اور حلال و حرام کی بنیادی باتیں سمجھا دیں۔ اس سے زیادہ بات ہضم کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ قرآن حدیث کی یہی تعلیمات ہیں۔

1۔ علامہ مناوی نے فیض القدیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت نقل کی ہے:

أُمِرْتُ أَنْ أُخَاطِبَ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ(7).

مجھے لوگوں سے ان کی عقلی سطح کے مطابق بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

2۔ اس روایت کو اس سے ملتے جلتے الفاظ میں ایک دوسری روایت سے تقویت ملتی ہے جو بخاری شریف میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حَدِّثُوا النَّاسَ، بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ(8).

لوگوں سے باتیں اس اسلوب میں کرو جس سے وہ مانوس ہوں۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلا دیں؟

3۔ کسی بھی مسئلے کی ضرورت سے زیادہ کھوج کرید کرنا اللہ کو پسند ہے نہ اللہ کے رسول کو۔ اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَسۡـَٔلُواْ عَنۡ أَشۡيَآءَ إِن تُبۡدَ لَكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ وَإِن تَسۡـَٔلُواْ عَنۡهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلۡقُرۡءَانُ تُبۡدَ لَكُمۡ عَفَا ٱللَّهُ عَنۡهَاۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ١٠١﴾(9).

اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کی نسبت سوال مت کیا کرو (جن پر قرآن خاموش ہو) کہ اگر وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں مشقت میں ڈال دیں (اور تمہیں بری لگیں)۔

4۔ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دَعُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ، إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ(10).

جن احکام میں میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے تم مجھے چھوڑے رکھو۔ بے شک پچھلی قوموں کی ہلاکت اپنے نبیوں سے اختلاف اور کثرتِ سوال کے باعث ہوئی۔

بہت زیادہ سوال کرنے اور مسائل کی معمولی معمولی جزئیات تک طے کرنے کی سوچ فرقہ بندی کی راہ ہموار کرتی ہے۔

---

(7)Al-Manāwī, ʿAbd al-Raʾūf ibn Tāj al-ʿĀrifīn ibn ʿAlī, Fayḍ al-Qadīr Sharḥ al-Jāmiʿ al-Ṣaghīr (Miṣr: Maktabah Tijāriyyah Kubrā, 1356 AH), 3: 378

(8)Al-Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl, Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Qalam, 1401 AH/1981 CE), Kitāb al-ʿIlm, Bāb Man Khaṣṣa bil-ʿIlm Qawman Dūn Qawm Karāhiyyatan An Lā Yafhamū, 1: 59, no. 127

(9)Al-Māʾidah, 5: 101

(10)Al-Bukhārī, Al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Iʿtiṣām bil-Kitāb wal-Sunnah, Bāb al-Iqtidaʾ bi-Sunan Rasūl Allāh ﷺ, 6: 2658, no. 6858

3۔ دیگر فِرق ومذاہب کے بارے میں اعتدال وتوازن کی روش اپنانے سے رواداری کا فروغ

حق پرستی اور راست بازی کا تقاضا ہے کہ ہم تنگ نظری اور تعصب سے اُوپر اٹھ کر صداقتوں اور سچائیوں کے متلاشی بنیں۔ اُمم سابقہ تشدیدی و تکفیری روش سے عبرت حاصل کریں۔ اللہ رب العزت نے سورۃ البقرہ میں بیان فرمایا ہے کہ جب بنی اسرائیل کے فرقے بن گئے تو اُن میں سے ہر ایک کے پاس اِس کلیت میں سے کچھ نہ کچھ آ گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ سارا باطل بھی کوئی نہیں اور سارے کا سارا حق بھی کسی ایک کے پاس نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے کہا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ﴾(11).

اور یہود کہتے ہیں کہ نصرانیوں کی بنیاد کسی شے (یعنی صحیح عقیدے) پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودیوں کی بنیاد کسی شے پر نہیں، حالاں کہ وہ (سب اللہ کی نازل کردہ) کتاب پڑھتے ہیں۔

آیت کے پہلے حصہ میں یہود نے نصاریٰ کو گمراہ، جاہل اور بے کار کہہ دیا۔ دوسرے حصہ میں یہی claim نصاریٰ نے کیا کہ یہود کسی چیز پر قائم نہیں ہیں۔ نہ اُن کے پاس کوئی ہدایت کی دلیل ہے، نہ کوئی نشانی ہے اور نہ ہی وہ راہ راست پر ہیں۔ اب آپ سوچیں کہ یہی حال مسلم فرقوں کی تاریخ کا ہے۔ سورۃ الروم کی ایک آیت کریمہ میں تفرقہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان یہود و نصاریٰ کی طرح نہ بنو جنھوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

﴿مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا﴾(12).

ان (یہود و نصاریٰ) میں سے (بھی نہ ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے۔

اس آیت مبارکہ کا آخری حصہ قابل غور ہے جس میں فرمایا:

﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾(13).

ہر گروہ اسی (ٹکڑے) پر اِتراتا ہے جو اس کے پاس ہے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر جس پر وہ فرحاں وشاداں ہیں۔ یعنی جس کے پاس جزو ہے وہ کل سمجھتا ہے، جس کے پاس کل ہے مخالف اسے جزو سمجھتا ہے۔ عقل و دانش کا تقاضا تو یہ ہے کہ اختلافات میں اس حد تک نہ جایا جائے کہ اپنے علاوہ سارے لوگ غلط اور گمراہ نظر آئیں۔ اعتدال و توازن کی روش ہی بہترین معاشروں کی تشکیل کرتی ہے جبکہ انسانی سوچ و فکر میں خامی و غلطی کا امکان بہر حال موجود رہتا ہے۔ امام شافعی نے اپنی کتاب 'الرسالہ' کی تحریر و تسوید 80 مرتبہ کروائی۔ ہر بار اس کی خامیوں کو دور کرتے رہے۔ آخری مرتبہ یعنی 81ویں مرتبہ اپنے شاگرد سے کتابت کروائی، پھر اسے ملاحظہ فرمایا تو اس مرتبہ بھی اس میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا:

هِيْهِ أَبَى اللّٰهُ أَنْ يَكُوْنَ كِتَابٌ صَحِيْحًا غَيْرَ كِتَابِهِ(14).

---

(11)Al-Baqarah, 2: 113.
(12)Al-Rūm, 30: 32
(13)Al-Rūm, 30: 32.
(14)ʿAlāʾ al-Dīn al-Ḥanafī, ʿAbd al-ʿAzīz ibn Aḥmad ibn Muḥammad al-Bukhārī, Kashf al-Asrār Sharḥ Uṣūl al-Bazdawī (Dār al-Kitāb al-Islāmī, no edition, no date), 1: 10.

اسے ایسے ہی رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس کی کتاب کے علاوہ بھی کوئی کتاب بالکل صحیح ہو۔

4۔ ائمہ اسلام کا باہمی ادب واحترام کے جذبات سے رواداری کا فروغ

علمی اختلافات کے باوجود ائمہ و مجتہدین ایک دوسرے کے ساتھ محبت و موانست کے جذبے سے پیش آتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ سے امام شافعی کے فقہی اختلافات اس قدر زیادہ ہیں کہ امام شافعی نے اپنے الگ فقہی مسلک کی بنیاد رکھی جس کو فقہ شافعی کہتے ہیں۔ اس قدر کثیر علمی و فقہی اختلافات کے باوجود ان ائمہ نے کبھی دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا، بلکہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب امام شافعی کے اور ان کے اصحاب مدینہ میں مالکیوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور امام شافعی نے فجر کی نماز امام ابو حنیفہ کے مقبرے پر ادا کی تو اس میں قنوت نہ پڑھی حالانکہ ان کے ہاں فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ جب آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں امام ابو حنیفہ کے مقبرے پر حاضر ہو کر ان کی مخالفت نہیں کر سکتا؟[15]

ہمارے ائمہ و اسلاف کا دوسرے مسلک کے اہل علم کے احترام کے واقعات اسلامی تاریخ کا حصہ ہیں۔ ائمہ کرام نے مسلکی اختلاف کے باوجود دوسرے مسلک کے ائمہ کرام کی عظمت کے اعتراف میں کتابیں تک لکھیں۔ مثلاً:

1۔ مالکی علماء میں سے ابن عبد البر مالکی (م:463ھ) نے اپنی کتاب "الانتقاء في فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء" میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے مناقب تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

2۔ شافعی علماء میں سے حافظ ذہبی (م:748ھ) نے "مناقب أبي حنيفة وصاحبيه" کے نام سے کتاب لکھی۔

3۔ امام جلال الدین سیوطی (م:911ھ) نے "تبيض الصحيفة في مناقب أبي حنيفة"

4۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی (م:942ھ) نے "عقود الجمان في مناقب أبي حنيفة النعمان" لکھی۔

5۔ حنبلی علماء میں سے امام ابن عبد الہادی نے "تنوير الصحيفة في مناقب أبي حنيفة" لکھی۔

یہ امر موجبِ خوش گوار حیرت ہے کہ ائمہ اہل سنت کے ہاں ادب و احترام کے یہ جذبات اُن اہل علم کے لیے بھی ہیں، جن کے افکار و نظریات کو بالعموم ائمہ اہلِ سنت نے بدعت و گمراہی قرار دیا ہے جیسے اہل سنت والجماعت کے ہاں معتزلہ کے عقائد گمراہی اور ان کا طرزِ عمل بدعت ہے لیکن اس کے باوجود عالم اسلام کے عظیم مفسر امام رازی اپنی تفسیر میں علامہ زمخشری کے لیے دعائے رحمت کرتے نظر آتے ہیں۔ سورہ الأنبیاء کی آیت نمبر:104 کی تفسیر میں امام رازی نے تفسیر الکشاف کے معتزلی مفسر علامہ زمخشری کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

اَلْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةُ: قَالَ صَاحِبُ «الْكَشَّافِ» رحمه الله[16].

دوسرا مسئلہ: صاحب تفسیر الکشاف (علامہ زمخشری)، اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے، نے کہا۔

معتزلی فکر سے وابستہ عالم دین کے لیے امام رازی کا دعائے رحمت کرنا قابلِ غور ہے کہ اہلِ سنت کے نزدیک شدید علمی اِختلاف ہونے کے باوجود احترام اور آدابِ اختلاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹا۔

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی علامہ زمخشری معتزلی کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقد قَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ رحمه الله[17].

([15]Al-Dehlawī, Aḥmad ibn ʿAbd al-Raḥīm known as "Shāh Walī Allāh", Ḥujjat Allāh al-Bālighah (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Jīl, 1426 AH/2005 CE), p. 270.

)[16](Al-Rāzī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn ʿUmar al-Taymī al-Rāzī, Mafātīḥ al-Ghayb (Al-Tafsīr al-Kabīr) (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1421 AH), 22: 198.

"تحقیق علامہ زمخشری (صاحب تفسیر الکشاف) "اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے، نے کہا:"

ہمارے ائمہ و اسلاف کے اس رویہ سے واضح ہوتا ہے کہ علمی اختلاف کی صورت میں وہ باہم قلبی عداوت نہیں رکھتے تھے ورنہ وہ عقائد و نظریات میں مخالف فرقہ کے نمائندہ کے لیے "رحمہ اللہ" لکھ کر رحمتِ الٰہی کہ طلب گار کیوں ہوتے؟۔ اہلِ سنت کا معتزلہ سے عقائد و نظریات میں اختلاف کے باوجود امام رازی اور علامہ عینی کا یہ اسلوب عصرِ حاضر میں ان لوگوں کے لیے سبق آموز ہے جو اختلافات کی صورت میں باہمی احترام کو بالکل نظر انداز کر کے اپنی تمام تر توانائیاں ایک دوسرے کے خلاف اظہارِ عناد پر صرف کرتے ہیں۔

5۔ اختلاف کے باوجود دوسرے کے مذہب و تحقیق کا لحاظ کر کے رواداری کا فروغ

تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں امام شافعی کا امام ابو حنیفہ کے مزار پر مذہبِ حنفی کے مطابق نماز پڑھنا تالیف قلب کی ایک بڑی مثال ہے۔ امام شافعی کی تعلیم و تربیت امام ابو حنیفہ کے شاگر امام محمد کے ہاتھوں ہوئی تھی اور اسی مکتب میں امام شافعی امام محمد کی موجودگی میں امام ابو حنیفہ سے بہت سے اُصولوں میں اپنا اختلافی نقطۂ نظر پیش کرتے رہے لیکن نہ کبھی امام محمد نے اس اختلاف کو اپنی گستاخی تصور کیا اور نہ ان کا کبھی آپس کا رشتۂ محبت ٹوٹا۔ دونوں ایک دوسرے کے علم کے قدر دان تھے۔

دوسری طرف اہلِ بغداد نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ امام شافعی نمازِ فجر میں دُعائے قنوت پڑھیں گے جو کہ حنفیوں کے مسلک کے خلاف ہے۔ ان کی امامت میں نماز پڑھنے کو نہ صرف گوارا کیا بلکہ مستحسن جانا جبکہ امام شافعی سے کسی نے کوئی مطالبہ بھی نہیں کیا کہ وہ نماز کیسے پڑھائیں گے، جیسا کہ ہمارے ہاں ان فروعی مسائل کے بارے میں اجنبی امام سے بعض اوقات وضاحت مانگی جاتی اور کڑی پرسش کی جاتی ہے تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ وہ کس مسلک کے مطابق نماز پڑھائے گا۔ امام شافعی نے اپنے نزدیک دعائے قنوت پڑھنے کے افضل عمل کی نسبت اپنے میزبانوں کی تالیفِ قلب کا لحاظ زیادہ افضل تصور کیا۔[18]

امام شافعی نے جب مناظرہ کرنا چھوڑ دیا تو اُن سے سوال ہوا کہ آپ نے مناظرہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا:

> پہلے ہم احقاق حق کے لیے مناظرہ کرتے تھے اور اب مناظرہ میں حق و صواب کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا بلکہ دوسرے کو ہر حال میں نیچا دکھانا مقصود ہوتا ہے، اس لیے ہم نے مناظرہ کرنا ترک کر دیا۔[19]

ہمارے اسلاف ایک دوسرے کے مذہب اور تحقیق و اجتہاد کا اس قدر احترام، لحاظ اور رعایت کرتے تھے کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا۔ آٹھویں صدی ہجری کی معروف علمی شخصیت علامہ ابن تیمیہ سے مذاہب اربعہ کے پیروکاروں کی اپنے مخالف مذہب کے امام کے پیچھے نماز صحیح ہونے کے بارے ایک استفسار کیا گیا تو اُنہوں نے اسے جائز قرار دیا، بلکہ اُنہوں نے دلائل کے ساتھ نہایت سختی سے ایسے نظریہ اور فکر کو گمراہی اور بدعت قرار دیا جس کے مطابق کسی دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز کو جائز نہیں مانا جاتا۔ علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک ایسا شخص کتاب و سنت اور اجماع ائمہ و اسلاف کے خلاف اور بدعتی ہے۔ سوال کرنے والے کو انہوں نے اجمالی جواب یوں دیا:

> اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَعَمْ، تَجُوزُ صَلَاةُ بَعْضِهِمْ خَلْفَ بَعْضٍ، كَمَا كَانَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ يُصَلِّي بَعْضُهُمْ خَلْفَ بَعْضٍ، مَعَ تَنَازُعِهِمْ فِي هَذِهِ الْمَسَائِلِ الْمَذْكُورَةِ

(17) Al-ʿAynī, Badr al-Dīn Abū Muḥammad Maḥmūd ibn Aḥmad, ʿUmdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Bayrūt, Lubnān: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, no date), Kitāb al-Wuḍūʾ, Bāb Faḍl Man Bāta ʿalā al-Wuḍūʾ, 1: 189.

(18) Al-Dehlawī, Ḥujjat Allāh al-Bālighah, p. 270.

(19) Ibn ʿAbd al-Barr, Abū ʿUmar Yūsuf ibn ʿAbd Allāh, Jāmiʿ Bayān al-ʿIlm wa-Faḍlih (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1398 AH).

وَغَيْرِهَا. وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ إِنَّهُ لَا يُصَلِّي بَعْضُهُمْ خَلْفَ بَعْضٍ، وَمَنْ أَنْكَرَ ذَلِكَ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ ضَالٌّ، مُخَالِفٌ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَإِجْمَاعِ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَ أَئِمَّتِهَا[20].

الْحَمْدُ لِلّٰهِ، جی ہاں! (ایک مسلک کے) بعض (لوگوں) کا (دوسرے مسلک کے) امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، جیسا کہ صحابہ اور ان کی سچی پیروی کرنے والے تابعین اور ان کے بعد آنے والے چاروں ائمہ فقہ میں سے بعض بعض کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، باوجود اس کے کہ وہ ان مذکورہ مسائل اور ان جیسے دیگر مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی کرتے تھے۔ سلف صالحین میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان میں سے بعض بعض کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے اور جس شخص نے اس شے کا انکار کیا وہ گمراہ، بدعتی اور کتاب و سنت، امت کے سلف صالحین اور ائمہ کی مخالفت کرنے والا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے اپنے اس موقف پر دلائل دیتے ہوئے فقہی اختلافات کی صورت میں ائمہ ٔاسلاف کے باہمی رواداری کی مثالیں بیان کی ہیں۔[21].

6۔ آداب واصول کے مطابق اختلاف باعثِ خیر ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی تخلیق فرمائی تو اسے مختلف رنگ ونسل میں تقسیم فرما کر پہچان دی۔ اسی طرح عقل وشعور اور صلاحیتوں میں سے اختلاف بھی مشیتِ خداوندی ہے۔ کسی ایک مسئلہ میں بھی متعدد اقوال اور آراء واحکام ملتے ہیں۔ رنگ وزبان اور مظاہر تخلیق کے اختلافات کی طرح علمی وفکری اختلافات بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی نشانیاں ہیں۔ زندگی کا حُسن اسی اختلافات رنگ وزبان اور علم ودانش سے قائم ہے۔ اگر سارے انسان ایک ہی رنگ وزبان اور علم ودانش کے حامل ہوتے تو زندگی کی خوبصورتی اور رعنائی قائم نہ ہوتی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ ٱلنَّاسَ أُمَّةً وَٰحِدَةًۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ١١٨ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾[22].

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا (مگر اس نے جبراً ایسا نہ کیا بلکہ سب کو مذہب کے اختیار کرنے میں آزادی دی) اور (اب) یہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے سوائے اس شخص کے جس پر آپ کا رب رحم فرمائے، اور اسی لیے اس نے انہیں پیدا فرمایا ہے، اور آپ کے رب کا فرمان پورا ہو چکا بے شک میں دوزخ کو جِنّوں اور انسانوں میں سے سب (اہلِ باطل) سے ضرور بھر دوں گا۔

معلوم ہوا کہ اختلافات کا واقع ہونا مشیتِ ایزدی کے مطابق ہے۔ احکام ومسائل میں ائمہ امت کے درمیان اختلافات ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ شرط یہ ہے اختلافات آداب واصول کے مطابق ہوں تاکہ امت کے لیے باعث خیر بنیں۔ آداب واصول کے التزام کے ساتھ جو اختلاف ہوگا وہی مقبول ہوگا اور اس کے مثبت اثرات ہوں گے۔ مثلاً:

1۔ اختلاف کی صورت میں اگر نیتوں میں فتور نہ ہو تو ان سارے احتمالات کے جاننے کا موقع ملتا ہے جن میں کسی بھی رُخ سے دلیل دینا ممکن ہو۔

2۔ اختلافات سے ذہنی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ اس سے اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل افراد کو غور وفکر کا موقع ملتا ہے۔

---

[20] Ibn Taymiyyah, Taqī al-Dīn Abū al-ʿAbbās Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, Al-Fatāwā al-Kubrā (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1408 AH/1987 CE), 2: 317

[21] Al-Dhahabī, Shams al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Aḥmad, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ (Bayrūt, Lubnān: Muʾassasat al-Risālah, 9th ed., 1413 AH), 9: 566.

[22] Hūd, 11: 118-119.

3۔ درپیش مسئلہ میں دین فطرت کے تقاضوں کے مطابق مناسب حل کی طرف درست رہنمائی ہو جاتی ہے اور ایک مسئلہ کے کئی حل نکل آتے ہیں۔

4۔ جب اختلاف آداب وحدود کے دائرے میں ہو تو ہدایت وراہنمائی کا باعث ہوتا ہے بصورتِ دیگر وہ جدال وشقاق میں تبدیل ہو جاتا ہے جس سے منفی اور بُرے نتائج نکلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یوں اُمت کے اندر ایک نیا انتشار اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

5۔ تحقیق حق کے بجائے ہوائے نفس پر مبنی اختلاف ہمیشہ باعثِ شر وفساد ہوتا ہے، اس لیے کہ ایسے اختلاف کا بنیادی مقصد ذاتی اغراض و مقاصد، علم وفہم اور تفقہ کا اظہار ہوتا ہے جو کہ معیوب ومذموم ہے۔ یہ انسان کو کفر وعصیاں تک پہنچا دیتا ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ ٱسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ﴾[23].

تو کیا (ہوا) جب بھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس وہ (احکام) لایا جنہیں تمہارے نفس پسند نہیں کرتے تھے تو تم (وہیں) اکڑ گئے اور بعضوں کو تم نے جھٹلایا اور بعضوں کو تم قتل کرنے لگے۔

خواہش نفس! علم کی ضد، حق کے مخالف، شر وفساد کا دلدادہ اور ضلالت وگمراہی کا سیدھا راستہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ﴾[24].

اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ (یہ پیروی) تمہیں راہِ خدا سے بھٹکا دے گی۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَآئِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[25].

بے شک بہت سے لوگ بغیر (پختہ) علم کے اپنی خواہشات (اور من گھڑت تصورات) کے ذریعے (لوگوں کو) بہکاتے رہتے ہیں۔

خواہش نفس اور خود پسندی سے بہت سی غلطیاں اور گمراہیاں جنم لیتی ہیں۔ نفس پرستی سے ہی گمراہی کے دروا ہوتے ہیں اور بالآخر بندہ راہِ حق سے بھٹک جاتا ہے۔ جب انسان جادۂ حق سے انحراف کرتا ہے تو راہِ ضلالت کی خوش نمائیاں اسے دل فریب لگنے لگتی ہیں اور وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے علم وفہم کی دولت عطا فرمائی ہے، وہ نفس پرستی کی عمیق دلدل میں پھنسنے اور دھسنے سے محفوظ رہتا ہے۔ علم وفہم کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے دل کی قندیل میں فانوسِ ایمان روشن فرماتا ہے اور وہ فکر و اعتقاد کی کج روی اور اس کے کھوٹے پن سے اچھی طرح واقف ہو جاتا ہے۔

7۔ غیر محل اختلاف اُمور میں عدم اختلاف سے رواداری کا فروغ

جس طرح بُرے اغراض واسباب کی بنا پر اختلاف مذموم ہوتا ہے اسی طرح ایسے اُمور کی بابت اختلاف بھی مذموم ہو جاتا ہے جو محل اختلاف نہیں ہیں۔ وہ بھی بنیادی طور پر دو ہیں: 1۔ عقائد میں اختلاف 2۔ آیات متشابہات میں اختلاف

i۔ عقائد میں اختلاف

اللہ رب العزت نے عقائد کے باب میں اپنے انبیاء علیہم السلام کو بالکل واضح ہدایات عطا کرکے مبعوث فرمایا۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے حضور نبی آخر الزمان سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت مبارکہ تک ہر زمانے میں جتنے بھی انبیاء علیہم السلام آتے رہے سب کی شریعتیں تو بدلتی رہیں مگر بنیادی

([23])Al-Baqarah, 2: 87.

([24])Ṣād, 38: 26.

([25])Al-Anʿām, 6: 119.

عقائد میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهِۦٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓۖ أَنۡ أَقِيمُواْ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُواْ فِيهِ﴾(26).

اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرّر فرمایا جس کا حکم اُس نے نُوح (علیہ السلام) کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسٰی و عیسٰی (علیہ السلام) کو دیا تھا (وہ یہی ہے) کہ تم (اِسی) دین پر قائم رہو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

سابقہ اقوام بغض و عناد کی وجہ سے تفرقہ میں پڑ کر گمراہ ہوئیں۔ بنابریں امتِ مسلمہ کو اللہ رب العزت نے تفرقہ میں پڑنے سے منع فرمایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اسی بات کو یوں بیان کیا ہے:

اعلَم أَن أصل الدّين وَاحِد اتّفق عَلَيْهِ الْأَنْبِيَاء عليهم السلام، وَإِنَّمَا الِاخْتِلَاف فِي الشَّرَائِع والمناهج(27).

جان لیں کہ دین کی اصل (بنیاد) ایک ہے۔ اس پر تمام انبیاء علیہم السلام متفق ہیں۔ اگر اِختلاف ہے تو فقط قوانین اور مناہج (یعنی ادائے فرائض کے مختلف طریقوں) میں ہے۔

ii۔ آیات متشابہات میں اختلاف

متشابہات بھی ان امور میں سے ہیں جن میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی فرد بشر کو اس بات کا مکلف نہیں بنایا کہ وہ متشابہات کی حقیقی مراد تک اپنے علم کے ذریعہ رسائی حاصل کرے۔ متشابہات کا حقیقی علم اللہ رب العزت کے پاس ہے۔ عام لوگوں کو اس بابت کلام کرنے کی ممانعت فرمادی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ مِنۡهُ ءَايَٰتٞ مُّحۡكَمَٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَٰبِهَٰتٞۖ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمۡ زَيۡغٞ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَٰبَهَ مِنۡهُ ٱبۡتِغَآءَ ٱلۡفِتۡنَةِ وَٱبۡتِغَآءَ تَأۡوِيلِهِۦۖ وَمَا يَعۡلَمُ تَأۡوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُۗ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِي ٱلۡعِلۡمِ يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِۦ كُلّٞ مِّنۡ عِندِ رَبِّنَاۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ٧﴾(28).

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں سے کچھ آیتیں محکم (یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی) ہیں وہی (احکام) کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ (یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھنے والی) ہیں، سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (فقط) فتنہ پروری کی خواہش کے زیرِ اثر اور اصل مراد کے بجائے من پسند معنی مراد لینے کی غرض سے، اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہلِ دانش کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

چونکہ اختلاف کا مقصد راستی کی تلاش اور حق تک رسائی ہوتا ہے جبکہ متشابہات کی حقیقی مراد تک رسائی حاصل کرنا، یہ انسان کی قدرت سے باہر ہے کیوں کہ انسان کو اس کا علم دیا ہی نہیں گیا بلکہ قرآن کریم نے تو ان لوگوں کو "اہل زیغ" قرار دیا ہے جو متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

(26)Al-Shūrā, 42: 13
(27)Al-Dehlawī, Ḥujjat Allāh al-Bālighah, 1: 159.
(28)Āl ʿImrān, 3: 7.

اختلاف کی یہ انواع اس لیے مذموم اور قابل اجتناب ہیں کہ ان کا مقصد کسی حق کو واضح کرنا نہیں ہو تا بلکہ محض فتنہ پروری ہوتی ہے۔

iii۔ مبنی بر حق اختلاف

نفسانی خواہش و غلبہ سے پاک اختلاف مبنی بر حق ہے۔ اس قسم کے خلاف کا محرک ایمان اور علم و عقل دونوں ہیں۔ کفار و مشرکین اور ملحدین و منافقین، جیسے یہود و نصاریٰ اور بت پرست عقائد کی مخالفت مبنی بر حق ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے جس سے پہلو تہی کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ ایمان کا تقاضا ہے۔ ڈاکٹر طٰہٰ لکھتے ہیں:

لِأَنَّهُ خِلَافٌ سَدَاهُ الْإِيمَانُ وَلُحْمَتُهُ الْحَقُّ.وَكَذَلِكَ اخْتِلَافُ الْمُسْلِمِ مَعَ أَهْلِ الْعَقَائِدِ الْكَافِرَةِ وَالْمُلْحِدَةِ كَالْيَهُودِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ وَالْوَثَنِيَّةِ وَالشُّيُوعِيَّةِ، وَلَكِنِ الْاِخْتِلَافُ مَعَ أَهْلِ تِلْكَ الْمِلَلِ وَهَذِهِ الْعَقَائِدُ لَا يَمْنَعُ مِنَ الدَّعْوَةِ إِلَى إِزَالَةِ أَسْبَابِهِ بِدُخُولِ النَّاسِ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا وَتَخَلِّيهِمْ عَنْ دَوَاعِي الْخِلَافِ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ الْإِخْلَافِ وَالْإِلْحَادِ وَالْبِدَعِ وَالتَّرْوِيجِ لِلْعَقَائِدِ الْهَدَّامَةِ[29]۔

یہ اختلاف ایسا ہے جس کا رشتہ ایمان اور حق سے جڑا ہوا ہے۔ اسی طرح کفار و مشرکین اور ملحدین و منافقین، جیسے یہود و نصاریٰ اور بت پرست اور اشتراکی عقائد و نظریات کی مخالفت (مبنی بر حق ہے)۔ ہاں! ان اقوام و ملل کی مخالفت کے اسباب کا ازالہ اس طرح ضرور کیا جا سکتا ہے کہ انہیں دعوتِ اسلام دی جائے جس سے وہ اپنے اسباب اختلاف جیسے کفر و شرک، نفاق و انشقاق، بد اخلاقی و بدکرداری، الحاد و بے دینی اور عقائد باطلہ کی اشاعت سے دُور ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل اور اس کی فوج میں شامل ہو جائیں۔

8۔ راواداری کے فُقدان کا حل مبنی بر شر اختلافات سے اجتناب

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ و اسلام نے ہر قسم کے اختلاف سے متنبہ کیا ہے اور مبنی بر شر اختلاف سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے "الْخِلَافُ شَرٌّ"[30] کہہ کر ایسے اختلاف کی مذمت فرمائی ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَٰكِنِ ٱخۡتَلَفُواْ فَمِنۡهُم مَّنۡ ءَامَنَ وَمِنۡهُم مَّن كَفَرَ﴾[31].

مگر انہوں نے اختلاف کیا پس ان میں سے کچھ ایمان لائے اور ان میں سے کچھ نے کفر اختیار کیا۔

ارشادات نبوی ﷺ میں بنی اسرائیل کی ہلاکت کی وجہ ایک تو کثرتِ سوالات اور دوسری وجہ اختلاف کو قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ»[32].

---

(29)Al-ʿAlwānī, Ṭāhā Jābir Fayāḍ, Adab al-Ikhtilāf fī al-Islām (Virginia, USA: Al-Maʿhad al-ʿĀlamī li-Fikr al-Islāmī, 1987 CE), pp. 28-29.

(30)Ibn Qutaybah, ʿAbd Allāh ibn Muslim ibn Qutaybah Abū Muḥammad al-Dīnūrī, Taʾwīl Mukhtalif al-Ḥadīth (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Jīl, 1393 AH/1972 CE), p. 72.

(31)Al-Baqarah, 2: 253.

(32)Muslim, Abū al-Ḥusayn Muslim ibn al-Ḥajjāj, Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ (Bayrūt, Lubnān: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, no date), Kitāb al-Ḥajj, Bāb Farḍ al-Ḥajj Marratan fī al-ʿUmr, 2: 975, no. 1337.

جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں (کوئی مسئلہ نہ بتاؤں) اس وقت تک تم بھی مجھے چھوڑے رکھو اس لیے کہ تم سے پہلی امتیں زیادہ سوال کرنے اور اپنے انبیاء (علیہم السلام) سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئی تھیں۔ جب میں کسی چیز کے بارے میں تمہیں حکم دوں تو تم بقدر استطاعت اس پر عمل کرو اور جب میں کسی چیز سے تمہیں منع کروں تو اسے چھوڑ دیا کرو۔

علامہ تقی الدین سبکی اختلاف کے بارے لکھتے ہیں:

وَالْاِخْتِلَافُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ:أَحَدُهَا فِي الْأُصُوْلِ، وَهُوَ الْمُشَارُ إِلَيْهِ فِي الْقُرْآنِ، وَلَا شَكُّ أَنَّهُ بِدْعَةٌ وَضَلَالَةٌ.وَالثَّانِي فِي الْآرَاءِ وَالْحُرُوْبِ، هُوَ حَرَامٌ أَيْضًا، لِمَا فِيْهِ مِنْ تَضْيِيْعِ الْمَصَالِحِ. وَالثَّالِثُ فِي الْفُرُوْعِ، كَالْاِخْتِلَافِ فِي الْحَلِّ وَالْحُرْمَةِ وَنَحْوِهِمَا(33).

اختلاف کی تین قسمیں ہیں:

1۔ پہلی قسم: اُصول میں اختلاف۔ قرآنِ حکیم اور احادیث مبارکہ میں یہی اِختلاف مراد ہے اور بلاشبہ یہ بدعت و گمراہی ہے۔

2۔ دوسری قسم: آراء اور جنگوں میں اختلاف۔ (یعنی قطعی حکم یا فیصلہ ہو جانے کے بعد اختلاف) یہ حرام ہے کیونکہ اس میں مصالح کا ضیاع ہے۔

3۔ فروع میں اختلاف: حلال و حرام وغیرہ میں پایا جانے والا اختلاف۔

ائمہ اصول کے نزدیک اس تیسری قسم میں بھی یہ بات طے شدہ ہے کہ اتفاق اختلاف سے بہتر ہے۔

ڈاکٹر طہ جابر العلوانی نے اختلاف کے نقصان کو ایک قرآنی مثال سے واضح کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وَيَكْفِي لِمَعْرِفَةِ أَضْرَارِ الْاِخْتِلَافِ وَخُطُوْرَتِهِ أَنَّ النَّبِيَّ اللهِ هَارُوْنَ عليه السلام عَدَّ الْاِخْتِلَافَ أَكْبَرَ خَطَرًا، وَأَشَدَّ ضَرَرًا مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ. فَحِيْنَ صَنَعَ السَّامِرِيُّ لِقَوْمِهِ عِجْلًا مِنَ الذَّهَبِ وَقَالَ لَهُمْ: ﴿هَٰذَآ إِلَٰهُكُمۡ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ﴾ [طه، 88/20] اِلْتَزَمَ جَانِبَ الصَّمْتِ، وَبَقِيَ يَنْتَظِرُ أَخَاهُ مُوْسَى عليه السلام، وَلَمَّا وَصَلَ مُوْسَى وَرَأَى الْقَوْمَ عَاكِفِيْنَ عَلَى الْعِجْلِ وَجَّهَ أَشَدَّ اللَّوْمِ إِلَى أَخِيْهِ، فَمَا كَانَ عُذْرَ أَخِيْهِ إِلَّا أَنْ قَالَ: ﴿يَبۡنَؤُمَّ لَا تَأۡخُذۡ بِلِحۡيَتِي وَلَا بِرَأۡسِيٓۖ إِنِّي خَشِيتُ أَن تَقُولَ فَرَّقۡتَ بَيۡنَ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِي﴾ [طه، 94/20](34).

اختلاف کے خطرے اور اس کے نقصانات جاننے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ سیدنا ہارون علیہ السلام نے اختلاف کو گویا بتوں کی پرستش سے زیادہ مضر اور خطرناک سمجھا۔ سامری نے جب بچھڑے کی شکل میں سونے کا ایک بت بنا کر قوم سے کہا: ”یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ (علیہ السلام) کا (بھی یہی) معبود ہے۔“ تو آپ خاموش رہے اور اپنے بھائی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا انتظار کیا اور جب حضرت موسی علیہ السلام نے واپس آکر دیکھا کہ قوم سونے کے بچھڑے کی پوجا کے لیے ایک دوسرے پر گرتی (سبقت لے جانے کے لیے ہلکان ہوئے) جا رہی ہے تو اپنے بھائی کو سخت ملامت کی۔ جس کے جواب میں حضرت ہارون علیہ السلام نے صرف اتنا کہا: ”اے میری ماں کے بیٹے! آپ نہ میری داڑھی پکڑیں اور نہ میرا سر، میں (سختی کرنے میں) اس بات سے ڈرتا تھا کہ کہیں آپ یہ (نہ) کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان فرقہ بندی کر دی ہے اور میرے قول کی

(33)Al-Subkī, Taqī al-Dīn ʿAlī ibn ʿAbd al-Kāfī, Al-Ibhāj fī Sharḥ al-Minhāj (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1st ed., 1404 AH), 3: 19.

(34) Al-ʿAlwānī, *Adab al-Ikhtilāf fī al-Islām*, p. 31.

نگہداشت نہیں کی ○"

یوں سیدنا ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم کے درمیان افتراق و اختلاف کے خوف کو ان پر انکار سخت نہ کرنے، ان سے مقابلہ نہ کرنے اور انکار غیر مؤثر ہونے کے وقت خود کو قوم سے جدا کر لینے کے لیے عذر قرار دیا۔

سلف کے درمیان اختلافی مسائل کی تفتیش کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بیشتر مسائل فقہی ہیں۔ فقہی فروعی مسائل کی مثال، نماز میں قرأت خلف الامام کا مسئلہ ہے۔ نماز کے ارکان میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت رفع یدین کا مسئلہ ہے۔ نماز وتر کی صورت و کیفیت اور حکم ہے۔ اسی طرح ارکان اربعہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے متعلق بہت سے مسائل ہیں جو فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔

علامہ ابن حزم اہل سنت و جماعت کے مابین پائے جانے والے اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَأَكْثَرُ افْتِرَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي الْفُتْيَا، وَنُبَذٌ يَسِيرَةٌ مِنَ الاعْتِقَادَاتِ(35).

اہل سنت کا اکثر اختلاف فتویٰ میں ہے اور کچھ تھوڑا اختلاف اعتقادی مسائل میں ہے۔

فقہی احکام میں علماء کا اختلاف ایک فطری امر ہے جس کی بنیادی وجہ ایک تو شرعی نصوص میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال اور دوسری وجہ انسان کی عقل و فہم میں اختلاف کا پایا جانا ہے۔ بعض اوقات علمائے سلف اور خلف کے موقف کی تلاش کرنے والا بظاہر ان کے موقف میں تضاد اور تعارض محسوس کرتا ہے کہ شاید ان کے نظریات آپس میں مختلف ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اختلاف رائے کے آداب و ضوابط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تاکہ بیان مسئلہ میں تطبیق کی شرعی صورت معلوم ہو جائے۔

حافظ ابن عبد البر نے اپنی کتاب "جامع بيان العلم وفضله" میں ایک خاص باب "**بَابُ جَامِعِ بَيَانِ مَا يَلْزَمُ النَّاظِرَ فِي اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ**" کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ: اخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ فِي هَذَا الْبَابِ عَلَى قَوْلَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنَّ اخْتِلَافَ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ، رَحِمَهُمُ اللَّهُ، رَحْمَةٌ وَاسِعَةٌ وَجَائِزٌ لِمَنْ نَظَرَ فِي اخْتِلَافِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَأْخُذَ بِقَوْلِ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ، كَذَلِكَ النَّاظِرُ فِي أَقَاوِيلِ غَيْرِهِمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ مَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ خَطَأٌ، فَإِذَا بَانَ لَهُ أَنَّهُ خَطَأٌ لِخِلَافِهِ نَصَّ الْكِتَابِ أَوْ نَصَّ السُّنَّةِ أَوْ إِجْمَاعَ الْعُلَمَاءِ لَمْ يَسَعْهُ اتِّبَاعُهُ، فَإِنْ لَمْ يَبِنْ لَهُ مِنْ هَذِهِ الْوُجُوهِ جَازَ لَهُ اسْتِعْمَالُ قَوْلِهِ، وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ صَوَابَهُ مِنْ خَطَئِهِ وَصَارَ فِي حَيِّزِ الْعَامَّةِ الَّتِي يَجُوزُ لَهَا أَنْ تُقَلِّدَ الْعَالِمَ إِذَا سَأَلَتْهُ عَنْ شَيْءٍ وَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ وَجْهَهُ(36).

ابو عمر فرماتے ہیں کہ فقہاء کا اس باب میں اختلاف ہے اور ان سے دو قول مروی ہیں: اوّل: یہ کہ علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے ائمہ کرام کا اختلاف ایک وسیع رحمت ہے اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان میں سے جس کے قول کو چاہے اختیار کرے۔ اسی طرح ان کے علاوہ دیگر ائمہ کے اقوال کو دیکھنے والوں کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ ان میں سے جس کے قول کو چاہے اختیار کرے جب تک کہ اسے اس کی غلطی کا علم نہ ہو، لیکن اگر اس پر یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ غلط ہے اس لیے کہ وہ کتاب و سنت کی نص یا اجماع امت کے خلاف ہے تو پھر اس کی اتباع کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔ اور اگر ان وجوہ سے اس کے سامنے یہ بات ظاہر نہ ہو تو پھر اس کے لیے اس کے قول کو اختیار کرنا جائز ہے، اگرچہ

(35)Ibn Ḥazm, Abū Muḥammad ʿAlī ibn Aḥmad. Al-Faṣl fī al-Milal wa al-Ahwā' wa al-Nahl. (Cairo, Miṣr: Maktabat al-Khānjī, bidoon tārīkh), 2:88.
(36)Ibn ʿAbd al-Barr, Jāmʿ Bayān al-ʿIlm wa Faḍlihi, 2:898.

اسے اس کے صحیح اور غلط ہونے کا علم نہ ہو اور وہ ان عام لوگوں کے مقام میں ہو جن کے لیے کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس کی تقلید کرنا جائز ہے، اگر اسے اس کی وجہ معلوم نہ ہو۔

مذکورہ سطور میں جس اِختلاف کی ممانعت کی بات کی گئی ہے اس میں حق طلبی اور تعمیری اِختلاف کی ممانعت نہیں ہے۔ وہ اِختلاف تو عہدِ نبوی سے لے کر عہدِ تدوینِ حدیث اور عہدِ تدوینِ فقہ تک جاری رہا اور آج بھی ہوتا ہے۔ ممانعت صرف اس اِختلاف کی ہے جو نفس پرستی، ہٹ دھرمی اور ذاتی انا کی تسکین کے لیے ہو۔ ایسے مبنی بر شر اختلافات سے اجتناب ہی رواداری کے فُقدان کا حل ہے۔ تاریخی تناظر سے ثابت ہوتا ہے کہ شر وفساد پر مبنی اختلافات سے اجتناب ہمارے اسلاف کا وتیرہ تھا۔

9۔ حاصل بحث

مسائل میں اختلاف ایک فطری امر ہے اور یہ اختلافات حیاتِ انسانی میں سہولت ویُسر کا باعث ہے۔ اکابر اسلاف نے تو اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر شرعی مسائل میں غور وخوض کر کے عوام کے لیے قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونا آسان کر دیا ہے۔ اگر ائمہ کی کوششیں نہ ہوتیں تو عوام الناس کے لیے براہِ راست شریعت کے مآخذ سے مسائل کا استخراج بڑی تنگی اور حرج کا باعث ہوتا۔ اس لیے کہ ہر کسی میں اجتہاد کی اہلیت نہیں ہوتی۔ ائمہ واسلاف فقہی اختلاف کے باوجود آپس میں شیر وشکر تھے وہ کبھی بھی ان اختلافات کو ذاتی عداوت کی طرف نہ لے جاتے۔ فقہی مسائل میں اختلاف رائے کے باوجود ہمارے اسلاف ایک دوسرے کے ساتھ مروت ورواداری اور محبت وموانست کا سلوک کیا کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ باہمی احترام اور عزت نفس کو ملحوظ رکھتے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ بعض لوگ فروعی مسائل کی بنیاد پر ائمہ واسلاف کے مثبت طرزِ عمل کے بالکل برعکس ایک دوسرے کی تذلیل وتفسیق کو جائز سمجھتے ہیں حالانکہ فروعی مسائل کی بنیاد پر کسی کی تذلیل وتفسیق، امت میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اختلاف رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین کے مابین بھی تھا مگر کسی نے بھی اس کی بنیاد پر تفریق کو ہوا نہیں دی۔ فروعی مسائل میں باہم دست وگریباں ہو کر محض مسلکی بنیادوں پر اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہ مسجدوں کے لیے بھی مسلکی پہچان والے نام اختیار کرنا دین اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ ہر دور میں دردِ دین رکھنے والے اہل علم نے اس قسم کے اختلاف وانتشار کی مذمت کرتے ہوئے امت کے مابین اتفاق ویگانگت کی فضاء قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ دین دشمن طاقتوں کی یہی مذموم کوشش ہے کہ امت میں انتشار وافتراق کو ہوا دے مسلم معاشرے کے امن کو تباہ کیا جائے اگر آداب واصول کا لحاظ نہ رکھا جائے تو دشمن ناپاک عزائم میں کامیاب ہو کر مسلمانوں کی قوت وجمعیت کو مزید کمزور کر سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نزاعی امور میں صحابہ کرام اور اسلاف امت کے رویوں سے روشنی لے اعتدال وتوازن کی راہ اختیار کی جائے تاکہ محض فروعی اختلافات کی بناء پر امت کی وحدت کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جا سکے۔

آج اگر ہم اپنے علمی اختلافات میں رواداری کے وہ آداب (etiquitte) اور manners اپنالیں جو ہمارے اسلاف کا طغرائے امتیاز تھے، تو ہمارے تمام تر علمی اختلافات افتراق وانتشار کی بجائے علمی ارتقاء کا باعث ہوں گے۔ دوسری یہ کہ علمی مباحث اور فروعی مسائل پر گفتگو کرتے وقت الفاظ کا چناؤ بہت احتیاط سے کرنا چاہیے۔ تلخ گوئی، تندخوئی اور درشت کلامی نرم بات کو بھی تیغ مسموم بنا دیتی ہے جو مخاطب کی طبع پر بہت گراں گزرتی ہے۔ اگر ہم انتخابِ الفاظ میں بھی اکابر ائمہ کے حسنِ کلام کی پیروی کریں تو نہ صرف ہماری بات مؤثر القلوب ہو گی بلکہ امن وآشتی کے فروغ کا بھی باعث ہو گی۔ آخر میں ہم دانائے راز حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ کی زبان میں یوں دعا کرتے ہیں:

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ اِنساں کو   اُخُوّت کا بیاں ہو جا، محبّت کی زباں ہو جا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Aḥmad ibn Ḥanbal, Abū ʿAbd Allāh ibn Muḥammad, *Al-Musnad* (Bayrūt, Lubnān: Al-Maktab al-Islāmī, 1398 AH/1978 CE).
* Al-Nasāʾī, Abū ʿAbd al-Raḥmān Aḥmad ibn Shuʿayb ibn ʿAlī, *Al-Sunan* (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1416 AH/1995 CE).
* Al-Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ* (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Qalam, 1401 AH/1981 CE).
* Ibn Taymiyyah, Taqī al-Dīn Abū al-ʿAbbās Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, *Al-Fatāwā al-Kubrā* (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1408 AH/1987 CE).
* Ibn Ḥazm, Abū Muḥammad ʿAlī ibn Aḥmad, *Al-Faṣl fī al-Milal wa al-Ahwā' wa al-Nahl* (Cairo, Miṣr: Maktabat al-Khānjī, no date).
* Al-Dhahabī, Shams al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Aḥmad, *Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ* (Bayrūt, Lubnān: Muʾassasat al-Risālah, 9th ed., 1413 AH).
* Al-Dhahabī, Shams al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Aḥmad ibn ʿUthmān ibn Qāyimāz (673 AH - 748 AH / 1274 CE - 1348 CE), *Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ* (Bayrūt, Lubnān: Maktabat al-Risālah, 9th ed., 1413 AH).
* Al-Rāzī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn ʿUmar al-Taymī al-Rāzī, *Mafātīḥ al-Ghayb (Al-Tafsīr al-Kabīr)* (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1421 AH).
* Al-Rāzī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn ʿUmar, *Al-Maḥṣūl* (Bayrūt, Lubnān: Muʾassasat al-Risālah, 1418 AH/1997 CE).
* Al-Subkī, Taqī al-Dīn ʿAlī ibn ʿAbd al-Kāfī, *Al-Ibhāj fī Sharḥ al-Minhāj* (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1st ed., 1404 AH).
* Ibn ʿAbd al-Barr, Abū ʿUmar Yūsuf ibn ʿAbd Allāh, *Jāmiʿ Bayān al-ʿIlm wa-Faḍlih* (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1398 AH).
* ʿAlāʾ al-Dīn al-Ḥanafī, ʿAbd al-ʿAzīz ibn Aḥmad ibn Muḥammad al-Bukhārī, *Kashf al-Asrār Sharḥ Uṣūl al-Bazdawī* (Dār al-Kitāb al-Islāmī, no edition, no date).
* Al-ʿAlwānī, Ṭāhā Jābir Fayāḍ, *Adab al-Ikhtilāf fī al-Islām* (Virginia, USA: Al-Maʿhad al-ʿĀlamī li-Fikr al-Islāmī, 1987 CE).
* Al-ʿAynī, Badr al-Dīn Abū Muḥammad Maḥmūd ibn Aḥmad, *ʿUmdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Bayrūt, Lubnān: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, no date), Kitāb al-Wuḍūʾ, Bāb Faḍl Man Bāta ʿalā al-Wuḍūʾ, 1:189.
* Ibn Qutaybah, ʿAbd Allāh ibn Muslim ibn Qutaybah Abū Muḥammad al-Dīnūrī, *Taʾwīl Mukhtalif al-Ḥadīth* (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Jīl, 1393 AH/1972 CE).
* Ibn Kathīr, Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl ibn ʿUmar, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm* (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Maʿrifah, 1400 AH/1980 CE).
* Muslim, Abū al-Ḥusayn Muslim ibn al-Ḥajjāj, *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ* (Bayrūt, Lubnān: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, no date).
* Al-Maʿāfirī, Al-Qāḍī Muḥammad ibn ʿAbd Allāh Abū Bakr, *Al-ʿAwāṣim min al-Qawāṣim* (Bayrūt, Lubnān: Dār al-Jīl, 1407 AH/1987 CE).
* Al-Manāwī, ʿAbd al-Raʾūf ibn Tāj al-ʿĀrifīn ibn ʿAlī, *Fayḍ al-Qadīr Sharḥ al-Jāmiʿ al-Ṣaghīr* (Miṣr: Maktabah Tijāriyyah Kubrā, 1356 AH).